جناب عبدالحفیظ صاحب ۔ راولپنڈی

جنگِ آزادی کس نے لڑی ؟

ہم "مسلح خونی انقلاب" کی وجہ سے آزاد ہوئے

ہماری اس سے بڑی بدقسمتی اور کوئی نہیں ہو سکتی کہ ہمارے ملک میں برسرِ اقتدار مسلم لیگ کی سابقہ حکومتوں نے ہمارے نوجوانوں کو آزادی کے حصول کے لئے دی گئی قربانیوں سے ناآشنا رکھا۔ اُن کے ذہنوں میں یہ بات بٹھانے کی کوشش کی جاتی رہی، کہ تحریکِ آزادیٔ ہند کی کتاب میں ہماری آزادی کا پہلا ورق ۱۹۴۰ء کے مارچ کی ۲۳ تاریخ کو لاہور کے منٹو پارک میں ہونے والے مسلم لیگ کے اجتماع میں، پاس ہونے والی "قرارداد لاہور" سے شروع ہوتا ہے۔ اور برِصغیر کی آزادی کی ساری جدوجہد مسلم لیگ کی وجہ سے پایۂ تکمیل تک پہنچی۔ اس سلسلے میں لاہور سے شائع ہونے والے ایک معلوماتی سلسلہ وار کتاب میں یہ "انکشاف" بھی تاریخ کے طلباء کے لئے خالی از دلچسپی نہیں کہ :

"بالآخر مسلمانوں نے قائدِ اعظم کی قیادت میں اس ملک (یعنی ہندوستان) کو آزاد کرایا پاکستان بننے کے نتیجے میں انڈیا کو آزادی نصیب ہوئی۔"

یہ درست ہے، اسے جھٹلا کر اس کی صحت سے انکار کوئی نہیں کر سکتا۔ ٹھیک ہے کہ قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کی پاکستان بنانے میں گراں قدر خدمات ہیں۔ لیکن قوم کے ذہنوں کو اس نئی "حقیقت" سے روشناس کرانا کہ ہندوستان کے ۶۰ کروڑ عوام کی آزادی کسی ایک شخص کی مرہونِ منت تھی۔ یہ جہاں حقائق کے منافی ہے۔ وہاں اس سے تحریکِ آزادی میں حصہ لینے والی دیگر جماعتوں مثلاً کانگرس، کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا، مجلسِ احرار، جمعیت العلمائے ہند، خدائی خدمت گار تحریک اور خاکسار تحریک وغیرہ کی عظیم قربانیاں نوجوان نسل کے نزدیک بے وقعت ہو جاتی ہیں۔ ویسے بھی یہ تاثر دینا کہ ہماری آزادی صرف ایک ہی شخصیت کے مرہونِ منت ہے۔ شمعِ آزادی کے لاکھوں پروانوں، جنہوں نے وطن کی آزادی کی خاطر اپنا تن، من، دھن قربان کر دیا، کی عظیم قربانیوں کی توہین کے مترادف ہے۔

حالانکہ دنیا کی دیگر حریت پسند اقوام کی طرح ہماری آزادی کی تحریک بھی خاک اور خون کی وسیع خلیجوں کو پاٹ کر کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ اس سلسلے میں چند ممالک کی تحاریک آزادی کا مطالعہ کرنا، ہمیں اپنی تحریک آزادی کے خونیں باب کو سمجھنے میں مدد دے گا۔ کیونکہ :-

۱۔ ہماری آزادی کی تحریک فرانس کے ان حریت پسندوں کی تحریک سے مختلف نہیں ہے، جنہوں نے ۱۷۸۹ء میں اپنے حقوق کے حصول کیلئے ظلم و استحصال کا بازار گرم کرنے والے نام نہاد "خادمان ملت" کو موت کے گھاٹ اتارا۔ اور کروڑوں مظلوم عوام پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے والے چند عیاش خاندانوں کو عبرت ناک سزا دی۔

۲۔ ہماری آزادی کی تحریک، روس کے ان جانبازوں کی تحریک سے بھی مختلف نہیں ہے جنہوں نے ۱۹۱۷ء میں عظیم لینن کی قیادت میں زارِ روس کی ظالمانہ حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ اور اسکی ذلہ خوار فوجوں سے ٹکر لی۔ اور مزدوروں و کسانوں کی پہلی عوامی گورنمنٹ کا قیام عمل میں آیا۔

۳۔ ہماری آزادی کی تحریک، انڈونیشیا کی اس مسلح جدوجہد سے بھی مختلف نہیں۔ جو ۱۷۹۶ء سے لے کر ۱۹۴۹ء تک ۱۵۳ برس ڈچ سامراج کے خلاف لڑی جاتی رہی۔ اور بالآخر ایشیا کے عظیم مردِ مجاہد عبدالرحیم احمد سوئیکارنو نے انڈونیشی عوام کی غلامی کی زنجیریں کاٹیں۔ اور ہالینڈ کی توسیع پسند سامراجی حکومت کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک کر "ایشیا" کو آزاد کرا دیا۔

۴۔ ہماری آزادی کی تحریک، کوریا کے ان حریت نواز جوانمردوں کی جدوجہد سے بھی مختلف نہیں۔ جن پر جاپانیوں کے بعد امریکی سامراج تین سال تک مسلسل بمباری کرتا رہا۔ وہاں کے کھیتوں کو ویرانوں میں تبدیل کر دیا۔ وہاں کے کارخانوں کو نیست و نابود کر دیا۔ کوریا کے متعدد شہروں کو زمین بوس کر دیا۔ مگر وہ کم ال سنگ کی قیادت میں آزادی کی جنگ لڑنے والے سرفروشانِ وطن کے حوصلوں کو پست نہیں کر سکا۔ سامراج کو وہاں سے دُم دبا کر بھاگنا پڑا۔ اور کوریا آزاد ہو گیا۔

۵۔ ہماری آزادی کی تحریک، الجزائر کے ایک کروڑ بربروں کی خون سے سرخ جدوجہدِ آزادی سے بھی مختلف نہیں۔ جن کو کچلنے کیلئے دس لاکھ سفید فام یورپی آبادکار، کالے بربروں کے "خدا" بنے ہوئے تھے۔ فارن لیجن کے بیس ہزار مسلح سپاہی ہر وقت سنگین تانے ان کے سروں پر کھڑے رہتے تھے۔ پانچ لاکھ پارا ٹروپرز اپنے ہولناک اسلحے کے ساتھ سمندری اور ہوائی جہازوں سے الجزائر پہنچ کر اپنی کاروائیاں شروع کر چکے تھے۔ مگر بربر سپاہی اس گیت :

"میدانِ جنگ میں مادرِ وطن پکار رہی ہے۔

سنو ! اور لبیک کہو

شہیدوں کا پیغام اپنے خون سے لکھ کر

آنے والی نسلوں کے لئے محفوظ کر جاؤ

یہ فتح ہم نے اپنے ہاتھ تیرے ہاتھ میں ڈال دی ہے۔

ہم نے مرنے کی قسم کھالی

تاکہ الجزائر زندہ رہے۔

گواہ رہو ! گواہ رہو !! گواہ رہو !!!

کی گونج میں آگے ہی آگے بڑھتے رہے۔ اور بالآخر اپنے عظیم سپہ سالار، محمد بن باللہ کی قیادت میں دس لاکھ شہیدوں کے خون کا نذرانہ دے کر ۱۹۶۲ء میں فرانس سے آزادی حاصل کر لی۔ (یاد رہے کہ یہ وہی محمد بن باللہ ہے جس کو فرانسیسیوں نے مذاکرات کے بہانے بلا کر گرفتار کر لیا۔ اور پیرس کے قید خانے میں ڈال دیا۔ مگر وہ مصر کے مشہور حریت پسند رہنما صدر جمال عبدالناصر کی مدد سے قید خانے کے دروازے توڑ کر قاہرہ پہنچا۔ وہاں ناصر نے اس کا رابطہ روس چین اور دیگر کمیونسٹ ممالک کے سفارتخانوں سے قائم کرایا۔ جہاں سے الجزائر کے انقلابی سپاہیوں کو اسلحہ ملتا رہا۔ اور اسی کمیونسٹ اسلحہ سے الجزائری حریت پسندوں نے استعمار کے دانت کھٹے کر دیئے۔)

۶۔ اسی طرح ہماری آزادی کی تحریک عظیم انقلابی ماؤزے تنگ کے چین کی سرخ فوج کی تحریک آزادی سے بھی مختلف نہیں جس میں سامراج کے پٹھو چیانگ کائی شیک اور اس کے حواریوں کو ذلت و ذلالت کے ساتھ راہ فرار اختیار کرنا پڑی۔

۷۔ اسی طرح ہماری آزادی کی تحریک، ویٹ نام اور کمبوڈیا کے جانباز مجاہدوں کی جدوجہد سے بھی مختلف نہیں۔ جنہوں نے ہوچی منہ اور سہانوک کی قیادت میں دنیا کی سب سے بڑی طاقت کا غرور خاک میں ملا دیا۔ اور اُسے شکست فاش سے دوچار کیا

۸۔ مزید برآں ہماری آزادی کی تحریک، تنظیم آزادی فلسطین، اور جنوبی افریقہ میں سفید فام اقلیت نہیں جو ابھی تک اپنے اوطان کو غیر ملکیوں کے قبضہ سے آزاد کرانے کے لئے مسلح جدوجہد کے عمل کو جاری رکھے ہوئے ہیں

لیکن بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے۔ کہ ہماری جدوجہد کے اس دلیرانہ اور مجاہدانہ کردار سے باب کو ہماری نظروں سے اوجھل رکھنے کی ناکام کوشش کی جاتی ہے۔ اور ہند کے اس "خونی انقلاب"

کی بجائے نام نہاد "آئینی جدوجہد" کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے جس سے ہماری تاریخ مسخ ہو کر رہ گئی ہے۔ اس سلسلے میں قارئین کرام کی خدمت میں ، راقم ، آزادی کے اس باب کے چند واقعات پیش کرنے کی جسارت کرتا ہے۔ تو لیجئے ملاحظہ فرمائیے۔

ہماری مسلح جدوجہد کی تاریخ سے آج اس محمد قاسم نانوتوی کا نام فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ جس سے شاملی کے میدان جنگ میں جانے سے پہلے مجاہدین کی ایک میٹنگ میں کہا جاتا ہے:

"ہمارے پاس اسلحہ اور آلات جہاد نہیں ہیں۔ ہم بالکل بے سر و ساماں۔"

تو وہ مجاہد اسلام اور سرفروش وطن کہتا ہے:

"کیا ہمارے پاس اتنا بھی سامان جنگ نہیں جتنا غزوہ بدر کے مجاہدین کے پاس تھا۔؟"

ہماری جنگ آزادی میں صادق پور کے علماء کے کردار کو بھی نہیں بھلایا جا سکتا۔ جن کے متعلق صاحب "علمائے ہند کا شاندار ماضی" لکھتے ہیں کہ "(انہوں نے اپنا) دائرہ عمل شمال مغربی علاقے ہی میں محدود نہیں رکھا۔ بلکہ پشاور اور درہ خیبر سے لیکر بہار اور بنگال تک مجاہدین کے خیمے تان دئے۔" صادق پور کے ایک عالم ، مولانا عبداللہ صادق پوری تے تو "تحریک شیخ الہند" کے مصنف کے بقول "چالیس سال تک علم جہاد بلند کئے رکھا۔ اور ان کے دور امارت میں بار بار انگریزی فوجوں کو خاک و خون سے کھیلنا پڑا۔"

اور انہی مولانا عبداللہ صادق پوری سے نامہ و پیام کے جرم میں ہزاروں محبان وطن گرفتار کر کے عبور دریائے شور کئے گئے۔ ایک عرصہ تک پورے شمالی ہند میں خانہ تلاشیوں اور گرفتاریوں کا سلسلہ جاری رہا۔ اور یکے بعد دیگرے سازش کے مقدمات چلائے گئے۔ مزید برآں مشہور انگریز مورخ ڈبلیو۔ ڈبلیو ہنٹر کے قول کے مطابق "شمال مغربی آزاد علاقے میں (علمائے صادق پور کے) قائم (کردہ) مرکز میں بھوکے بنگالیوں کے (انگریزوں پر) حملے ایسے ہوتے گویا بھوکے شکار دار ، بر جھپٹ رہے ہوں۔"

اسی ڈبلیو۔ ڈبلیو۔ ہنٹر کے مطابق ،

اس دوران مذہبی دیوانوں نے سرحدی قبائل کو انگریزی حکومت کے خلاف متواتر اکسائے رکھا۔ ایک ہی بات سے حالات کا بڑی حد تک اندازہ ہو جائے گا۔ یعنی ۱۸۵۰ء سے ۱۸۵۷ء تک ہم علیحدہ علیحدہ سولہ جنگی مہمیں بھیجنے پر مجبور ہوئے۔ جس سے باقاعدہ فوج کی تعداد ۳۵ ہزار ہو گئی تھی۔ اور ۱۸۵۶ء و ۱۸۶۰ء تک ان فوجی مہموں کی گنتی بیس تک پہنچ گئی تھی۔ اور باقاعدہ فوج کی تعداد ساٹھ ہزار تک ہو گئی تھی۔

بے قاعدہ فوج اور پولیس اس کے علاوہ تھی "۔

یہی شہرہ آفاق انگریز تاریخ نویس مسٹر ہنٹر انگریزی فوج کی پسپائی اور مجاہدین آزادی کی فتح کے متعلق لکھتا ہے :

"بہرحال جب ہم نے اس مہلک گھاٹی کو چھوڑا تو اس کے چپّہ چپّہ پر برطانوی سپاہیوں کی قبریں موجود تھیں ۔"

آج ہماری تاریخ اُن لوگوں کو بھی نہیں بھلا سکتی " جنہوں نے (انگریز کے) فوجی دستوں کو شکست دی۔ اس کے افسر قتل کئے ۔ توپ خانہ چھینا۔ پھر شاملی کی تحصیل پر حملہ کرکے فوج کو شکست دی ۔ سرکاری عمارت تباہ کی ۔ سرکاری سامان ضبط کیا ۔ سپاہیوں کو مارا۔ اپنی آزاد حکومت کی ۔ باغی بادشاہ سے وفاداری کا اظہار کیا ۔ عبور دریائے شور سے لیکر توپ دم کئے جانے اور ہاتھی کے پاؤں سے کچلوا ڈالنے تک کی کونسی سزا تھی ۔ جو انگریز کے اُس دورِ بے آئین میں انہیں نہیں دی گئی ۔" (بحوالہ شاندار ماضی ۔ جلد سوم)

ہماری آزادی کی تاریخ اُس محمود الحسن کے ذکر کے بغیر نامکمل رہتی ہے جس کے متعلق مولانا حسین احمد مدنیؒ کہتے ہیں :

"۱۹۰۷ء میں حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب قدس سرہٗ العزیز نے ریشمی خط کی تحریک شروع کی ۔ اور ۱۹۱۴ء تک اُسے اس حد تک پہنچا دیا ۔ کہ اگر کچھ ملک کے خائن خیانت نہ کرتے تو اُسی وقت ہندوستان آزاد ہو چکا ہوتا ۔"

(الجمعیۃ مورخہ ۳۰ نومبر ۱۹۴۹ء)

یہی حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ فرمایا کرتے تھے کہ :

"تم ہندوستان سے انگریز کی سامراجیت کا جنازہ نکال دو ، تو مشرقِ وسطیٰ سے اس کے قدم خود بخود اکھڑ جائیں گے ۔ اور ہندوستان کے ساتھ ساتھ مشرقِ وسطیٰ بھی آزاد ہو جائے گا ۔"

اور واقعی ہوا بھی یہی ، ہندوستان سے انگریز کا بوریا بستر گول ہُوا ، تو مشرقِ وسطیٰ میں مصر کی مردم خیز سرزمین سے وادی نیل کا ایک عظیم فرزند جمال عبدالناصر کی صورت میں یورپ اور امریکہ پر عذابِ الٰہی بن کر ٹوٹا ۔ اور ایشیا اور افریقہ کے کتنے ہی ملکوں سے سفید چمڑی والوں کو نکال باہر کیا۔ اسی ناصر کا انگریز سے نفرت کا یہ عالم تھا کہ اس کا یہ فقرہ زبانِ زدِ خاص و عام ہو گیا۔

" اگر سمندر کی تہہ میں دو مچھلیاں بھی آپس میں برسرِ پیکار ہوں۔ تو سمجھو کہ اس میں بھی سیاستِ افرنگ کار فرما ہے۔"

علاوہ ازیں ہماری جنگِ آزادی میں وہ ایام بھی قابلِ ذکر ہیں۔ جن میں مالٹا میں اسیری کے دوران حکیم نصرت حسین صاحب جو کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے ساتھی تھے، انتقال فرما گئے۔ اور مالٹا میں ہی دفن ہوئے۔ جب حضرت شیخ الہندؒ کی رہائی کا وقت آیا۔ تو آپ نے ان کی قبر پر جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ انگریز حکام نے چند تومی الهیکل فوجی جوانوں کو آپ کے ہمراہ کیا۔ حالانکہ آپ اُس وقت بہت لاغر ہو چکے تھے۔ مگر اس حالت میں بھی آپ اُن نوجیوں سے تیز تیز اُن کے آگے آگے چل رہے تھے۔ کسی نے پوچھا کہ " حضرت! آپ اس بیماری میں بھی، جبکہ آپ سے چلنا محال ہے۔ تو ان نوجیوں سے کس طرح آگے آگے چل رہے تھے۔" شیخ الہندؒ نے جواباً فرمایا:

" میری غیرت یہ گوارا نہیں کر سکتی تھی کہ انگریز میرے آگے چلے اور میں اس کے پیچھے"

اسی طرح ہماری آزادی کی کتاب کا وہ ورق بھی تو قابلِ مطالعہ ہے، جس میں ایک انگریز افسر جیل میں سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ سے پوچھتا ہے۔ کہ "میرے لائق کوئی خدمت۔؟" تو شاہ صاحب نے فرمایا "میرے ملک کو چھوڑ کر چلے جاؤ۔"

اور وہ ۲۷ لاکھ شہیدانِ وطن بھی تو نظرانداز نہیں کئے جا سکتے۔ جن کا ذکر کتاب حریت میں ——— انگریزوں کی طرف سے پھانسی کی عام سزا دینا، کانپور سے لیکر دہلی تک درختوں کے ساتھ لٹکا کر پھانسی دینا، گوروں کی طرف سے جلادوں کو رشوتیں دے دے کر مجاہدین کی پھانسی کے عمل کو طویل کر کے رقصِ بسمل دیکھنے کی تمنا کرنا، مجاہدین کے جسم گرم تانبے سے داغنا، قیدیوں (مجاہدین) کے جلتے ہوئے گوشت سے بدبو کا نکلنا، مسلمانوں کو سور کی کھال میں سی کر زندہ جلا دینا، توپ سے باندھ کر اڑا دینا، بھوکا رکھ کر اور دم گھونٹ کر شہید کر دینا ——— کے عنوانات سے موجود ہے، اور یہ سب کچھ صرف اور صرف اس لئے کیا جا رہا تھا۔ تاکہ لارڈ رابرٹس کی زبان میں " ان بدمعاش مسلمانوں کو بتا دیا جائے کہ خدا کے حکم سے صرف انگریز ہی برصغیر پر حکومت کریں گے۔"

اور کیا میرٹھ میں سکوتی کے مقام، مظفر نگر میں شاملی کے میدان، سہارن پور میں رڑکی کے ضلع بلند شہر میں کالے باغ، روہیل کھنڈ میں بریلی، بدایوں، مراد آباد، بجنور اور شاہجہان پور کے مقامات اور آگرہ و کانپور و لکھنؤ میں انگریز سامراج کو پے در پے شکستیں دینے والے آزادی کے دیوانوں اور گمنام

شہیدوں کا ہماری آزادی کی تحریک سے کوئی تعلق نہیں۔

کیا مذکورہ بالا واقعات اور شخصیات، جنہوں نے عین اس وقت جب برطانوی اقتدار کا یونین جیک ساری دنیا میں لہراتا تھا اور اس کا سورج مغرب میں غروب نہیں ہوتا تھا۔ آسے ناکوں چنے چبوائے، ہماری جنگ آزادی کے سلسلے کی ایک کڑی نہیں ہیں۔ ؟ کیا ہمیں آزادی یوں ہی بیٹھے بٹھائے "آئینی جدوجہد" سے سات سال ہی میں مل گئی ہے کیا آزادی کے ان دیوانوں کی جرأت وہمت، عزم و استقلال اور وطن سے محبت کا ہماری آزادی میں کوئی حصہ نہیں۔ ؟ کیا تحریک ریشمی رومال نے ہماری آزادی میں کوئی کردار ادا نہیں کیا۔ ؟ کیا ہمیں جعفر تھانیسری کے کالے پانی میں ایام اسیری یاد نہیں آتے۔ ؟ کیا آج بھی مری سے چند میل کے فاصلے پر الوبہ کے گرد و نواح میں گورہ فوجیوں کی قبریں ہمیں ہماری جنگ آزادی کے ایک حیرت انگیز جرأتمندانہ باب سے روشناس نہیں کراتیں۔ ؟ کیا آزاد علاقہ میں آج بھی ہمارے آزاد بھائیوں کے آزادی سے تمتماتے چہرے ہمیں اوراقِ گم گشتہ پڑھنے پر مجبور نہیں کرتے۔ ؟ اور کیا سامراج اور اس کے حواریوں کے خلاف کانگریس، جمعیت العلمائے ہند، مجلس احرار، تحریک خاکسار اور کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کے سرفروش گوریلوں کی جنگ آزادی کسی طرح بھی انقلاب فرانس، انقلاب روس، انقلاب الجزائر، انقلاب انڈونیشیا، انقلاب چین، انقلاب کوریا، انقلاب ویٹ نام و کمبوڈیا اور آزادی تحریک فلسطین اور جنوبی افریقہ کے ریگزاروں میں مقامی غیرت مند مجاہدوں کی سفید فام اقلیت کے خلاف جنگ ـــــ ہماری "مسلح جنگ" سے کم ہے۔ ؟ اور کیا وطن کی راہ میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والوں کے بجائے وہ لوگ جنہوں نے حریت پسند مجاہدین آزادی کو "بدذات" "نمک حرام" اور "حرام زادہ" کے بدترین الفاظ سے یاد کیا۔ جو اپنے آپ کو انگریزوں کا "نمک حلال نوکر" کہتے تھے، جو انگریزوں کو "میرے آقا" اور "خدا ان کو سلامت رکھے" کی دعاؤں سے یاد کرتے تھے، وہی غدارانِ قوم وملت ہماری "آزادی کے ہیرو" رہیں گے۔ ؟ اور کیا ہم اپنی جنگ آزادی سے اپنی آنے والی نسلوں کو یونہی لاعلم رکھیں گے جیسے سابقہ حکمرانوں نے کیا۔ ؟ اب بھی وقت ہے، کیونکہ آنے والا مورخ بھی اس قوم کا ذکر اپنی کتاب میں نہیں کرتا جو اپنے اسلاف کے زریں کارناموں کو بھلا دیتی ہے۔